© rasailojaraid.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نظرات

اسلام میں علم وعمل کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے۔ بلکہ سچ پوچھیے تو اسلام کے نقطۂ نظر سے علم بذاتِ خود کوئی مستقل مقصد ہے ہی نہیں۔ علم اسی لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ انسان اُس کو اپنی عملی زندگی میں شمع ہدایت بنائے۔ اور اُس کی روشنی سے دل ودماغ کو منور کرکے حق اور باطل میں، سچ اور جھوٹ میں، مفید اور ضرر رساں چیزوں میں امتیاز پیدا کرے۔ پھر حق کا اتباع کرے اور باطل سے برسر جنگ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اس اصول کا ہرگز قائل نہیں کہ "علم شے بہتر از جہل شے" ہے۔ وہ اُن علوم سے جہل کو اُن کے علم پر ترجیح دیتا ہے جو دماغی قوتوں کو اوہام و وساوس میں مبتلا کر دیں۔ اور جن کو حاصل کرنے کے بعد ایک انسان کا دل لایعنی شکوک وشبہات کا جولانگاہ بن جائے جس طرح عمل بغیر علم "ضلال" گمراہی ہے۔ اسی طرح علم بغیر عمل ایک وبال یعنی مصیبت سے کم نہیں ہے اور اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ انسان کے دماغی وقلبی سکون واطمینان کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کو ایک وجود ماوراء الوراء سے پورے طور پر وابستہ کرکے اپنی ہر حرکت وسکون کو اُس کی خوشنودی ورضامندی کے تابع کرلے، اور اُس کی زندگی کا ہر سانس اُس کی ہی مرضیات حاصل کرنے کے لیے وقف ہو جائے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو انسان اپنی ہستی کو ایک مرکز سے وابستہ کرلینے کے باعث دنیا کی تمام پریشان کن چیزوں اور انتشار افزا خیالات واحساسات سے یکسو ہو جاتا ہے۔ اور اب وہ الا بذکر اللہِ تطمئن القلوب کا مشاہدہ آفتاب نیمروز کی طرح عیاناً کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے برخلاف جو لوگ محض نظریات قائم کرنے اور بگاڑنے میں افکار نو بنو کی ترتیب و تنقید میں پڑے رہتے ہیں وہ عقل و خرد کی بھول بھلیوں میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ انہیں شاہراہِ اطمینان و سکون کا نشان بالکل نہیں ملتا۔ اور اگر توفیقِ خداوندی کی کوئی کرن ان کی رہنمائی نہ کرے تو اُن کی تمام زندگی شکوک و شبہات، تردد و تذبذب، تخیل و توہم میں ہی بسر ہو جاتی ہے۔ آپ ایک بڑے سے بڑے فلسفی اور ماہر علوم و فنون کو دیکھیے اور اُس کے بالمقابل ایک اُس شخص کی زندگی پر نظر ڈالیے جس نے اپنی "خودی" کو فنا کر کے ذاتِ حق سے وابستگی پیدا کرلی ہے اور اُس کا ہر قدم زندگی کے مقصد حقیقی یعنی پیکارِ عمل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے آپ دیکھینگے کہ دونوں کی زندگی میں باعتبار اطمینان و سکون زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک سب کچھ جانتا ہے مگر پھر بھی اطمینان دماغی اور سکونِ قلبی سے محروم ہے۔ وہ آسمان پر اگر کوئی نیا دمدار ستارہ (Comet) طلوع ہوتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ ملک میں عجیب و غریب حوادث کا ظہور ہونے والا ہے اور اس کے فکر و الم کی کوئی حد نہیں رہتی۔ اُسے اگر یہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی روشنی کسی خاص مقدار سے روزانہ کم ہو رہی ہے، تو وہ ہزاروں برس پہلے حساب لگا کر یہ یقین کر لیتا ہے کہ ایک دن کرۂ ارضی کی طرح آفتاب بھی بے نور ہو جائیگا اور یہ کارخانہ عالم نیست و نابود ہو جائیگا، اب اُس کا چین غائب ہو جاتا ہے اور دل اضطراب و کشمکش بے پایاں کے بھنور میں پھنس کر زندگی کو اُجاڑ اور ویران کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا شخص ہے جو اگرچہ کسی چیز کی فلسفیانہ تحلیل و تشریح نہیں کر سکتا لیکن امن و اطمینانِ روحانی کی ایک ایسی دلفریب و جاں پرور دنیا اُس کے سامنے ہوتی ہے کہ اُس سے وہ ہر گھڑی لطف اندوز ہوتا ہے۔

حضرت معروف کرخی کا ارباب معرفت و تصوف میں جو مقام ہے۔ اہل نظر و خبر سے پوشیدہ نہیں وہ اپنے گوناگوں روحانی و اخلاقی کمالات کے باوجود علوم رسمیہ میں کچھ زیادہ درک نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن امام احمد بن حنبل کی مجلس میں اُن کا ذکر آیا تو کوئی شخص بول اُٹھا "حضرت وہ تو کوتاہ علم ہیں" امام عالی مقام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو یہ سُن کرتاب سکوت نہ رہی آپ نے فرمایا "اے شخص چُپ رہ! خدا تجھ کو معاف کرے۔ حضرت معروف جن حقیقتوں سے آشنا ہیں کیا علم کا مقصد ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟" اسی طرح ایک مرتبہ امام احمدؒ کے صاحبزادے نے اپنے پدر بزرگوار سے دریافت کیا کہ "کیا معروف عالم بھی تھے؟ آپ نے جواب دیا "جان پدر! کان معہٗ راسُ العلم خشیۃ اللہ" ان کے پاس تو علم کی جڑ تھی یعنی خدا کا خوف۔ یہ تھا اسلام کا خاص نقطۂ نظر جس کے ماتحت مسلمان بزرگوں کی عزت و توقیر کرتے تھے۔ اُن کو اپنا بڑا اور لائقِ تعظیم و تکریم جانتے تھے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ آج کل مسلمانوں کے قومی دماغ و قوتِ فہم میں جو عدم توازن پیدا ہو گیا ہے اُس کی وجہ سے جہاں اور صدہا اخلاقی بُرائیاں ان میں جڑ پکڑ گئی ہیں اُن میں ایک یہ بیماری بھی عام ہو گئی ہے کہ وہ اپنی قوم کے نمایاں افراد کی تعظیم و تکریم کے لیے عمل کو پیمانہ نہیں بناتے۔ آج وہ ہر اُس شخص کو اپنا رہنما اور لیڈر بنانے کے لیے تیار رہیں جو عمل کے لحاظ سے بالکل تہی دامن ہو لیکن مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کی باتیں خوب کر سکتا ہو۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسلام ٹھیک وہی ہے جو اُس نے سمجھایا کہا ہے۔ اس لیے اب اگرچہ وہ خود عمل نہیں کرتا لیکن پھر بھی مسلمانوں کو اُسی کی پیروی کرنی چاہیے۔ اور اُس کے ہی اتباع میں قدم اُٹھانا چاہیے۔ حق یہ ہے کہ کل کی طرح آج بھی، اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو امام قوال کی نہیں بلکہ امام فعّال کی ضرورت ہے۔ انہیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کون کیا کہہ رہا ہے، بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ کون علم کے ساتھ ساتھ اسلام کی حرمت و عظمت کے لیے جان دے سکتا ہے، بڑی سے بڑی قربانی پیش کر سکتا ہے اس راہ میں سخت سے سخت مصائب و آفات برداشت کر سکتا ہے۔ تنقید کرنے والے تنقید کرتے رہتے ہیں وہ جتنا کسی اور کا مُنہ چڑاتے ہیں۔ اُسی قدر خود اپنی صورت بگاڑ لیتے ہیں لیکن کسی قوم کی تاریخ اپنی تعمیر کے لیے ہمیشہ اُن ارباب عزائم و جہاد کی منتظر رہتی ہے جو باتیں کم کریں، اور عمل زیادہ، دوسروں کو کم دیکھیں اور اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر خود اپنے نفس کا جائزہ بار بار لیتے رہیں، طنز و تعریض و تضحیک و تمسخر یوں کرنے کو ہر شخص

© rasailojaraid.com